سانحہ لال مسجد...... نہ زخم کریدو کہ لہو رِستا ہے

مسز نائلہ خاور

پورا ایک سال گزر گیا اس قیامت کو جو لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے مکینوں پر گزری تھی۔ پورے ۳۶۵ دن بیت چکے مگر آنکھوں کے سامنے وہ مناظر اس طرح تازہ ہیں جیسے وہ سانحہ ابھی گزر رہا ہو۔ جیسے شہر کی فضائیں آج بھی خوف اور سوگ میں ڈوبی ہوں۔

۳/ جولائی کو شروع ہونے والا محاصرہ قدم بہ قدم تباہی کی طرف بڑھتا رہا۔ محاصرے کو طول دینے کا مقصد وہی تھا، عوام کا ذہن اپنی مرضی کے مطابق بنانا، میڈیا سے سسپنس فل اور غیر تحقیقاتی خبریں نشر کروانا، عالمی برادری میں لال مسجد کو دہشت گردی کے اڈے کے طور پر متعارف کروا کر عالمی رائے عامہ کو اپنے حق میں ہموار کرنا اور معاملے کو اتنا لٹکا دینا کہ عوام تنگ پڑ جائیں اور اسے جلد از جلد ختم کرنے کا مطالبہ کرنے لگیں۔

اور جب یہ تمام مقاصد پورے ہو گئے تو پھر چشم فلک نے وہ نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ کیسے ایک مسلمان حکمران نے طاقت کے نشے میں چور ہو کر خدائی رٹ کو قدموں تلے پامال کرتے ہوئے اپنی رِٹ کے قیام کا نعرہ لگا کر ہزاروں معصوم جانوں کے خون سے نہ صرف ہولی کھیلی بلکہ اسے انجوائے بھی کیا۔

بعد کی تحقیقات میں ''جامعہ حفصہ اور لال مسجد'' کو ایکٹو کرنے کے پیچھے بڑے بڑے حکومتی ''ہاتھ'' ملوث پائے گئے۔ جنھوں نے رفقاء لال مسجد بن کر انھیں ترغیب دی اور وزیر کے عہدے کی پاسداری میں مشرف کو بھی ترغیب دی کہ '' کچل ڈالو''۔ اس کی وضاحت پنجابی کا ایک کردار ''بی جمالو'' بڑی خوبصورتی سے یوں کرتا ہے کہ ایک طرف ایک فریق سے وہ کہتا ہے ''تو کر'' اور دوسری طرف دوسرے کو جا کر بتاتا ہے کہ ''او کردا پیا ای'' (وہ کر رہا ہے) سو مسجد کے قضیے کو بڑھاوا دینے میں کچھ سیکرٹ بی جمالوز '' کریکٹرز'' بھی تھے۔

دنیا دکھاوے کو کروائے گئے آخری دوطرفہ مذاکرات ناکام ہو گئے۔ حالانکہ چودھری شجاعت حسین نے میڈیا پہ عوام کو بتا دیا تھا کہ غازی رشید سے مذاکرات کامیاب ہو گئے ہیں۔ انھوں نے حکومتی شرائط قبول کر لی ہیں کہ وہ اپنی والدہ کے ساتھ نظر بند رہیں گے اور باقی ماندہ لوگوں پر ان کے جرائم کے مطابق مقدمات قائم کیے جائیں گے۔ جس کے جواب میں غازی عبدالرشید شہید نے کہا کہ اندر کوئی مجرم نہیں ہے۔ حکومت اپنے وفد کو میڈیا کے ساتھ اندر بھیج کر تصدیق کر سکتی

ہے اور اگر کوئی انھیں ملا تو اس سے جو چاہے سلوک کریں۔ اس سٹیٹمنٹ کے بعد کسی کو کوئی شک وشبہ نہ رہا کہ لال مسجد کا کسی دہشت گرد تنظیم سے کوئی تعلق ہے۔ مگر نہ تو حکومت نے خود اور نہ میڈیا کے ذریعے اس بات کی تصدیق کرنے کی کوشش کی۔ کیونکہ اس طرح تو سارا کیا دھرا مٹی میں مل سکتا تھا۔ دہشت گرد اندر سے دستیاب نہ ہوتے۔ (جو بعد میں بھی نہ ہوئے) تو اتنے وسیع پیمانے پر کی گئی خون ریزی کا کیا جواز رہے گا۔ بہتر یہی سمجھا گیا کہ معاملہ گول مول رہے اور سب کچھ ملبے میں دفن ہو جائے۔ سو وہی ہوا۔ جب چودھری شجاعت شرائط نامہ تسلیم کر لیے جانے کی خبر لے کر ایوانِ صدر پہنچے تو مشرف اپنے کہے سے پھر گئے اور آپریشن شروع کروا دیا گیا۔

رات کے آخری پہر ٹی وی کے سامنے بیٹھے لوگ جو محاصرے کے خاتمے کی خبر کے منتظر تھے، انھیں میڈیا سے یہ دلدوز اطلاع ملی کہ آپریشن شروع کر دیا گیا ہے۔ مضطرب عوام گھروں سے باہر نکل آئے مگر آ ڈ ٹائمنگ کی وجہ سے ان کی تعداد نا کافی تھی۔ وہ ایک دوسرے سے یہ استفسار کر رہے تھے کہ ایسا کیوں ہوا۔ ابھی تو صلح کے آثار تھے۔ یک دم کایا کیوں پلٹ گئی۔ وہ تھوڑے تھے، بے اختیار تھے، کاش وہ زیادہ ہوتے۔ کاش راولپنڈی اور اسلام آباد کے عوام جس طرح چیف جسٹس کے لیے اکٹھے ہوئے تھے اس دن ان لاوارث اور معصوم بچیوں کے لیے بھی ہجوم کر دیتے جو آزاد کشمیر کے زلزلے سے بے گھر ہونے کے بعد وہاں پناہ لینے کے لیے آئی تھیں اور تعلیم کے ساتھ ساتھ انھیں قیام وطعام بھی میسر ہو گیا تھا۔ انھیں کیا خبر تھی کہ یہ پناہ ان کے لیے آخری آرام گاہ بن جائے گی اور وہ جس جان کو آفت سماوی سے بچالائی ہیں وہ ایک مسلم حاکم کے ظلم کا شکار ہو جائے گا۔ وہ جابر حاکم جو ماننے کو تیار نہیں کہ وہاں خواتین تھیں۔ وہ ان لاوارث اور یتیم بے سہارا بچیوں کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ جن کے پیچھے سے انھیں کوئی لے جانے کے لیے نہیں آیا تھا کیوں کہ ان کا کوئی تھا ہی نہیں اور وہ آخری وقت تک اندر موجود تھیں۔ جب ان پر فاسفورس بم چلائے گئے اور جب ان کے جسموں کو راکھ کر دیا گیا کہ وہ پہچان میں نہ آئیں۔ اسی کوشش میں مولانا عبدالرشید شہید کی والدہ محترمہ کا جسدِ خاکی بھی ٹھکانے لگ چکا تھا کیوں کہ چھوٹے مسئلے کو تو کوئی پہچان نہیں تھی۔ جلدی میں وہ اسے بھی ٹھکانے لگا گئے جس وجہ سے بعد میں ان کے لواحقین کے بار بار مانگنے پر بھی میت ان کے حوالے نہ کی جا سکی اور یوں اس ''صفائی'' کا پول کھل گیا جو لاشوں کی اس جگہ سے ہٹانے کے واسطے ہو چکی تھی۔ ویسی ہی ''صفائی'' محترمہ بے نظیر بھٹو کی شہادت کے بعد جائے وقوعہ کی بھی کر دی گئی تھی۔ یعنی دونوں کیسوں میں ''ہاتھ'' ایک ہی ملوث تھا، جس کا طریقہ کار مشترکہ تھا۔

خبر اسی رات میڈیا پر قوم نے بہتی آنکھوں سے مولانا عبدالرشید کی آخری گفتگو سنی جو انھوں نے میڈیا سے کی وہ کہہ رہے تھے۔ ہم تمام شرائط مان چکے تھے مگر حکومت اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہی۔ ان کا مقصد ہی خون بہانا تھا۔ میں اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ موت کو اپنی طرف بڑھتا دیکھ رہا ہوں۔ میری والدہ کو گولی لگی اور وہ اپنے بستر پر ہی شہید ہو گئی ہیں۔ رینجرز بہت قریب پہنچ گئے ہیں۔ میں شاید اب بات نہ کر سکوں اور ساتھ ہی لائن کٹ گئی۔ شاید مولانا کی زندگی کی بھی......

وہ رات بہت گہری اور اندھیری تھی جس نے پاکستان کی تاریخ بلکہ پوری مسلم اُمہ کی تاریخ پر وہ کالک پوت دی جو ساری قوم ساری زندگی مل کر دھوتی رہے تو دھل نہ سکے۔

لال مسجد تباہ ہو چکی تھی۔ اس کی بیرونی دیوار پہ کھدے اسمائے الٰہی ٹکڑوں کی شکل میں زمین بوس ہو چکے تھے۔ مینار اور گنبد اجڑا ہوا منظر پیش کر رہے تھے۔ دھوئیں کے بادلوں نے پورے ماحول کو اپنی گرفت میں لیا ہوا تھا۔ مگر اپنے اپنے گھروں میں بیٹھے لوگوں کی آنکھوں کو آنسوؤں کے لیے اس دھوئیں کی ضرورت نہ تھی بلکہ معصوم بچے اور بچیوں کے آخری وقت کی کراہوں کا تصور ہی بہت تھا۔

......مگر میں بھی انہی میں شمار ہوتی ہوں جنھوں نے کچھ نہ کیا کہ وہ اکیلے کیا کر سکتے ہیں اور یہ نہ سوچا کہ قطرہ قطرہ مل کر ہی دریا بنتا ہے۔ میں چپ رہی کہ میرا گھر تو محفوظ ہے۔ میرا کیا تعلق مگر یہ بھول گئی کہ ایک مسلمان کا دوسرے سے کتنا گہرا رشتہ ہے۔ میں مجرم ہوں مولانا عبدالرشید! آپ کی اور ان ہزاروں بچیوں کی جن پر ۹ دن اور ۹ راتیں ظلم ہوتا دیکھتی رہی اور آنکھیں بند کر لیں۔ میری خاموشی حکومت کو سپورٹ کرتی رہی۔ مجھے معاف کرنا میرے خدایا! میں جوابدہی کے قابل نہیں مگر میں تنہا نہیں تھی۔ اس چپ کے جرم میں میری قوم میرے ساتھ برابر کی شریک تھی۔ حکومت تو وہ سب کچھ کر کرا کے بھی مطمئن ہے مگر قوم کو احساسِ گناہ کے ایک ''جرم مسلسل'' کا شکار کر گئی ہے جو آج ایک سال گزرنے کے بعد بھی پہلے دن کی طرح تازہ ہے۔

اب رہیں چین سے دنیا میں زمانے والے
سوگئے خواب سے لوگوں کو جگانے والے
دیکھنے کو تو کروڑوں میں مگر کتنے ہیں
ظلم کے آگے کبھی سر نہ جھکانے والے

(مطبوعہ: روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور، ۱۸؍ جولائی ۲۰۰۸ء)

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان
28 اگست 2008ء
جمعرات بعد نماز مغرب
ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان
دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان
الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
061-4511961